QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

تمویل بذریعہ قرض:شرعی تناظر میں مطالعہ

Financing through Loans: A Shariah Perspective

1. Tazeem Younas
PhD Scholar, Lahore College for Women University, Lahore, Pakistan.
Email: tazeemyounas@gmail.com
2. Dr. Sidra Rasool
Lecturer, Lahore College for Women University, Lahore, Pakistan.
Email: sidra.rasool@lcwu.edu.pk

Abstract

Debt-based financing has become one of the most dominant mechanisms in modern business and financial systems. Historically, the economic system of the pre-Islamic era (Jāhiliyyah) and, in contemporary times, conventional banking have largely relied on debt as a means of capital expansion and wealth generation. In contrast, Islamic finance is founded upon Sharīʿah-compliant principles that prohibit ribā (interest) and promote ethical, asset-backed, and risk-sharing financial transactions. While debt is recognized in Islamic law through the contract of qard, it is intended primarily as a charitable and benevolent instrument rather than a means of profit generation. This paper examines the concept and definition of qard in Islamic jurisprudence, highlighting the virtue and reward of extending loans to those in need as an act of social solidarity and compassion. It also discusses the discouragement of incurring unnecessary debt, emphasizing the ethical and spiritual concerns associated with excessive borrowing. Furthermore, the study explores the factors that may lead to fasād (corruption), gharar (excessive uncertainty), and ribā in debt-based financing. It also examines ijārah muntahiyah bi al-tamlīk (lease-to-own financing) in view of its debt-based structure, analyzing the Sharīʿah issues that may arise when its implementation departs from the principles governing lawful financing. The study provides a Sharīʿah-based analytical framework for understanding the limits and ethical implications of debt financing in contemporary Islamic financial practice.

***Keywords**: Debt-Based Financing; Qard (Loan); Ijārah Muntahiyah bi al-Tamlīk; Ribā; Gharar; Fasād;*

قرض کی تاریخ کامطالعہ بتاتا ہے کہ اس کو بالعموم سماجی حیثیت سے ایک تعاون کی نوع سے جانا جاتارہا۔قرض پر مالی یا غیر مالی اضافے کی صورت اگرچہ معاشروں میں موجود رہی لیکن اس کو کبھی تحسن کی نظر سے نہیں دیکھا گیا۔قرض دینے پر پوری معیشت استوار کرنے کا تصور تو موجود تھا مگر قرض کو کاروباری حیثیت دینا جدید حقیقت کا شاخسانہ ہے۔اس مقالے میں قرضے کے کاروبار کو زیر تحقیق لائیں گے۔پہلے تمہیدی طور پر قرض کی حقیقت پر گفتگو کی جائے گی۔اسلامی معاشی نظام میں قرض کا اصل مقصد تجارت یا سرمایہ کاری کے ذریعے منافع حاصل کرنا نہیں بلکہ انسانی ضرورت کو پورا کرنا اور معاشرتی فلاح کو فروغ دینا ہے۔ اسی لیے شریعت نے قرض کو احسان اور تبرع (بلا عوض تعاون) کے عقود میں شمار کیا ہے، نہ کہ معاوضاتی یا منافع بخش معاہدوں میں۔ اگر قرض کو مالی منفعت یا اضافی فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ بنا لیا جائے تو وہ اپنی شرعی حیثیت کھو

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

کر سود (ربا) کی صورت اختیار کر لیتا ہے، جو قرآن و سنت کی رو سے قطعی حرام ہے۔ اس بنا پر اسلامی فقہ میں قرض کی مشروعیت کے ساتھ ساتھ اس کے شرعی ضوابط، مقاصد اور حدود کی مکمل رعایت کو بھی ضروری قرار دیا گیا ہے، تاکہ قرض کا ادارہ معاشرے میں عدل، رحمت اور باہمی تعاون کا ذریعہ بنے، نہ کہ استحصال اور ناانصافی کا سبب۔

امام احمد بن فراہیدی نے لفظ "قرض" کے لغوی استعمالات اور معانی بیان کرتے ہوئے اس کے مختلف مفاہیم ذکر کیے ہیں۔ ان میں سے ایک معنی **"القطع بالناب "**ہے، جس کا مطلب ہے **"دانت سے کاٹنا "** یا **"ناب کے ذریعے کسی چیز کا ایک حصہ الگ کرنا"** اسی مناسبت سے مالی قرض کو بھی قرض کہا جاتا ہے، کیونکہ قرض دینے والا اپنے مال کا ایک حصہ الگ کرکے دوسرے کے حوالے کرتا ہے۔

اسی طرح امام فراہیدی نے یہ بھی فرمایا:

> **"**وكل أمرٍ يتقاضاه الناس فيما بينهم فهو من القروض[1]"
>
> "اور ہر وہ معاملہ جس میں لوگ آپس میں ایک دوسرے سے واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں، وہ قرض میں شمار ہوتا ہے**۔"**

اصطلاحی تعریف:

آئمہ اربعہ کے نزدیک قرض کی تعریفات درج ذیل ہیں:

فقہ حنفی میں قرض (قرض) ایک ایسا عقد ہے جس کے تحت ایک شخص دوسرے شخص کو مالِ مثلی اس شرط پر دیتا ہے کہ وہ بعد میں اس کی مثل واپس کرے۔ "الدر المختار" میں قرض کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے***:***

> ***"*** هو عقد مخصوص يرد على دفع مال مثلي لآخر ليرد مثله***"***
>
> ترجمہ: قرض ایک مخصوص عقد ہے جو کسی دوسرے شخص کو مالِ مثلی دینے پر مشتمل ہوتا ہے تاکہ وہ بعد میں اس کی مثل واپس کرے۔

اسی طرح "كشف الأستار" میں قرض کی لغوی اور شرعی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

لغۃً:ما تعطیہ لتتقاضاہ، یعنی وہ چیز جو تم کسی کو دو تاکہ بعد میں اس کا مطالبہ کرو۔

شرعاً" *:*ما تعطیہ من مثلی لتتقاضا،[2] فقہِ مالکی کی معروف کتاب التاج والإكليل لمختصر خليل میں ابن عرفة نے قرض کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا**:**القرض دفع متمول في عوض غير مخالف له لا عاجلاً تفضلا[3]یعنی قرض یہ ہے کہ کسی مالیت رکھنے والی چیز کو کسی شخص کے حوالے کیا جائے تاکہ بعد میں اس کے بدلے اسی نوعیت اور وصف کی چیز واپس کی جائے۔ یہ معاملہ احسان اور تعاون کی بنیاد پر ہوتا ہے، نہ کہ کسی فوری نفع یا اضافی منفعت کے حصول کے لیے۔اس تعریف سے واضح

ہوتا ہے کہ قرض ایک مالی معاونت کا عقد ہے جس کا مقصد ضرورت مند کی مدد کرنا ہے، اوراس میں اصل مال کے بدلے اسی کے مثل کی واپسی مقصود ہوتی ہے۔امام نوویؒ نےالمجموع شرح المهذب میں لکھا ہے کہ قرض لغت میں "قطع" (کاٹنے) کے معنی میں آتا ہے۔ عربی میں کہا جاتا ہے: قرضتُ الشيءَ یعنی میں نے کسی چیز کا ایک حصہ کاٹ لیا۔ اسی مناسبت سے مالی قرض کو قرض کہا جاتا ہے، کیونکہ قرض دینے والا اپنے مال کا ایک حصہ الگ کرکے قرض لینے والے کو دیتا ہے۔ چنانچہ قرض وہ مال ہے جو کسی شخص کو اس شرط پر دیا جائے کہ وہ بعد میں اس کا بدل یا مثل واپس کرے۔

والقرض ما تعطيه من المال ليقضى ،ولانہ يقطع لہ من مالہ قطعة[4]

"قرض وہ مال ہے جو تم کسی کو اس لیے دو کہ وہ بعد میں اسے ادا کرے، اور اسے قرض اس لیے کہا جاتا ہے کہ قرض دینے والا اپنے مال کا ایک حصہ کاٹ کر (الگ کرکے) دوسرے کو دیتا ہے۔

کشاف القناع کے مصنف قرض کی تعریف ان الفاظ لکھتے ہیں:

"القرض في اللغة القطع ... وشرعًا دفع مال إرفاقًا لمن ينتفع به ويرد بدله."[5]

قرض لغت میں "کاٹنے" کے معنی میں آتا ہے۔ یہ "قَرَضَ" سے ماخوذ ہے جس کا مطلب کسی چیز کو کاٹنا ہے، اسی مناسبت سے کاٹنے والے آلے کو "مِقراض" (قینچی) کہا جاتا ہے۔ قرض کا لفظ اسمِ مصدر ہے اور اس کے معنی قرض لینے یا دینے کے معاملے سے متعلق ہیں۔

شرعی اصطلاح میں قرض سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کو مال دیا جائے تاکہ وہ اس سے فائدہ حاصل کرے اور بعد میں اسکی مثل (بدل) واپس لی جائے۔

مذکورہ بالا چاروں آئمہ کی قرض کے مطلق آراہ کو مد نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر وھبہ زحیلی کا حنفیہ اور جمہور کا قرض کے بارے میں تعریف اور نقطہ نظر پیش نظر ہے:

عند الحنفية هو ما تعطيه من مالٍ مثليٍّ لتتقاضاه، أو بعبارة أخرى هو عقدٌ مخصوص يرد على دفع مالٍ مثليٍّ لآخر ليرد مثله.

فقہِ حنفی کے نزدیک قرض وہ ہے کہ تم مالِ مثلی میں سے کسی کو اس نیت سے دو کہ تم اس سے بعد میں اس کی واپسی کا مطالبہ کرو، یا دوسرے الفاظ میں یہ ایک

مخصوص عقد ہے جس میں مالِ مثلی دوسرے شخص کو اس شرط پر دیا جاتا ہے کہ وہ اس کی مثل واپس کرے۔

وعرَّفه بقية المذاهب بأنه:

إعطاءُ شخصٍ مالاً لآخر في نظير عوضٍ يثبت له في ذمته، مماثلٍ للمال المأخوذ، بقصد نفع المعطى له فقط، والمال يشمل المثلي والحيوان والعرض التجاري.[6]

اور دیگر فقہی مذاہب کے نزدیک قرض کی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کو مال اس طرح دیا جائے کہ اس کے بدلے اس کے ذمہ ایک ایسا عوض لازم ہو جو لیے گئے مال کے برابر اور مماثل ہو، اور اس سے مقصد صرف لینے والے کو فائدہپہنچانا ہو۔ اور "مال" میں مالِ مثلی، جانور اور تجارتی اموال سب شامل ہوتے ہیں۔

قرض دینے کی مشروعیت:

شریعتِ اسلامیہ نے قرض کو محض ایک مالی لین دین نہیں بلکہ ایک عظیم سماجی اور اخلاقی خدمت قرار دیا ہے، جس کا بنیادی مقصد ضرورت مند افراد کی مدد، معاشرے میں باہمی تعاون، ایثار، ہمدردی اور اخوت کے جذبے کو فروغ دینا ہے۔ جب کوئی شخص مالی تنگی، عارضی ضرورت یا کسی ناگزیر مجبوری کا شکار ہو تو اسلام صاحبِ استطاعت افراد کو اس کی مدد کے لیے قرضِ حسنہ فراہم کرنے کی ترغیب دیتا ہے، تاکہ وہ سودی قرضوں اور استحصالی مالی نظام کا شکار نہ ہو۔قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے قرضِ حسنہ کو اپنے لیے قرض دینے سے تعبیر کیا ہے، جس سے اس عمل کی عظمت، فضیلت اور اس پر ملنے والے عظیم اجر و ثواب کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی قرض دینے کو ایک بڑی نیکی قرار دیا ہے اور قرض خواہ کے ساتھ حسنِ سلوک، نرمی اور آسانی پیدا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ فقہائے امت کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ قرضِ حسنہ ایک مشروع، مستحب اور باعثِ اجر مالی معاہدہ ہے، بشرطیکہ اس میں کسی قسم کا سود، ناجائز منفعت یا ایسی شرط شامل نہ ہو جو شریعت کے اصولوں کے خلاف ہو۔اسلام میں قرضِ حسنہ ایک اہم مالی معاملہ ہے جس کی مشروعیت قرآن، سنتِ نبوی ﷺ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ یہ اسلامی معاشی نظام کا ایک ایسا اصول ہے جو ضرورت مند افراد کی مدد، معاشرتی تعاون اور اخوت کو فروغ دیتا ہے۔

1. سنتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں قرض کی مشروعیت

احادیث مبارکہ میں قرض دینے کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے:

(فما روى ابن مسعود أن النبي ﷺ قال : ما من مسلم يقرض مسلماً قرضاً مرتين، إلا كان كصدقة مرة)[7]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"کوئی مسلمان کسی مسلمان کو دو مرتبہ قرض دیتا ہے تو وہ ایک مرتبہ صدقہ دینے کے برابر ہے۔"

یہ حدیث قرض دینے کی عظمت اور اس کے اجر کو واضح کرتی ہے، کیونکہ قرض دینے والا شخص ضرورت مند کی عزتِ نفس کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی مدد کرتا ہے۔

(وعن أنس قال : قال رسول الله ﷺ : رأيت ليلة أسري بي على باب الجنة مكتوباً : الصدقة بعشر أمثالها، والقرض بثمانية عشر، فقلت: يا جبريل ما بال القرض أفضل من الصدقة؟ قال : لأن السائل يسأل وعنده والمستقرض لا يستقرض إلا من حاجة)[8]

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"میں نے معراج کی رات جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا: صدقہ کا اجر دس گنا ہے اور قرض کا اجر اٹھارہ گنا ہے۔"جب حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا:"اس لیے کہ سوال کرنے والا کبھی مال ہونے کے باوجود سوال کرتا ہے، جبکہ قرض لینے والا صرف شدید حاجت کی وجہ سے قرض لیتا ہے۔"

یہ حدیث قرض کی اہمیت کو صدقے سے بھی زیادہ بعض حالات میں افضل قرار دیتی ہے، خاص طور پر اس وقت جب کسی کی سخت ضرورت پوری کی جا رہی ہو۔

باہمی ہمدردی کا ذریعہ

نبی کریم ﷺ نے عمومی طور پر مسلمانوں کے درمیان مدد اور آسانی پیدا کرنے کی ترغیب دی ہے:

(لما روى أبو هريرة رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال: من نفس عن مسلم كربة من كرب الدنيا، نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة، ومن يسر على معسر يسر الله عليه في الدنيا والآخرة، والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه۔)[9]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی تکلیف دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے ایک تکلیف دور فرماتا ہے۔ اور جو کسی تنگ دست پر آسانی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں آسانی فرماتا ہے۔ اور اللہ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔"

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

یہ حدیث قرضِ حسنہ کے بنیادی مقصد کو واضح کرتی ہے کہ یہ محض مالی معاملہ نہیں بلکہ انسانی ہمدردی اور باہمی تعاون کا ذریعہ ہے۔

قرض لینے کی حوصلہ شکنی

قرض وقتی طور پر مالی ضرورت پوری کر دیتا ہے، لیکن بلا ضرورت قرض لینا انسان کے لیے مختلف مشکلات کا سبب بن سکتا ہے۔ اسلام میں صرف حقیقی ضرورت کے وقت قرض لینے کی اجازت دی گئی ہے، جبکہ بلا ضرورت قرض لینے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے، کیونکہ قرض ایک ذمہ داری ہے جس کی بروقت ادائیگی ضروری ہے۔ قرض کی ادائیگی میں بلا عذر ٹال مٹول نہ صرف گناہ ہے بلکہ اس سے لوگوں کے درمیان اعتماد ختم ہوتا ہے، باہمی اختلافات پیدا ہوتے ہیں اور معاشرے میں بدامنی اور بے چینی جنم لیتی ہے۔ آج بہت سے لوگ ضروریات کے بجائے خواہشات پوری کرنے کے لیے قرض لیتے ہیں، جس سے مالی پریشانی، ذہنی دباؤ اور معاشرتی مسائل بڑھتے ہیں۔ اسی طرح قومی سطح پر بھی قرضوں پر زیادہ انحصار معاشی کمزوری اور بیرونی دباؤ کا باعث بن سکتا ہے۔ اس لیے اسلام کفایت شعاری کی تعلیم دیتا ہے اور صرف ناگزیر حالات میں قرض لینے، نیز وقت پر اس کی ادائیگی کی تاکید کرتا ہے، تاکہ فرد اور معاشرے دونوں کا معاشی استحکام اور باہمی اعتماد برقرار رہے۔

اسلامی تعلیمات میں مالی معاملات کو نہایت اہمیت دی گئی ہے اور خصوصاً قرض کے معاملے میں نہایت احتیاط اور ذمہ داری کی تلقین کی گئی ہے۔ شریعتِ اسلامیہ اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ قرض ایک ضرورت کے وقت جائز تو ہے، لیکن اسے معمول بنا لینا یا بلا وجہ اس کا بوجھ اٹھانا سخت ناپسندیدہ عمل ہے۔ اسی لیے قرآن و حدیث میں نہ صرف قرض کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے بلکہ اس کے نتائج اور آخرت میں اس کی جواب دہی کے بارے میں بھی سخت تنبیہات موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام کے معاملات میں قرض کی ادائیگی کو بہت اہمیت دیتے تھے اور میت کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے پہلے یہ اطمینان فرماتے تھے کہ آیا اس پر کوئی قرض باقی تو نہیں، تاکہ معاشرے کو یہ پیغام ملے کہ قرض ایک سنجیدہ ذمہ داری ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(عن سلمة بن الأكوع رضي الله عنه: أن النبي صلى الله عليه وسلم أتي بجنازة ليصلي عليها، فقال: «هل عليه من دين؟»، قالوا: لا، فصلى عليه، ثم أتي بجنازة أخرى، فقال: «هل عليه من دين؟»، قالوا: نعم، قال: «صلوا على صاحبكم»، قال: أبو قتادة علي دينه يا رسول الله، فصلى عليه)[10]

ترجمہ: حضرتِ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی جنازہ لایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: کہ کیا اس پر کوئی قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کی نہیں تو اُس کی نماز جنازہ پڑھی، پھر دوسرا جنازہ لایا گیا تو فرمایا: کیا اس پر قرض ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے: ہاں۔ فرمایا: تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو، حضرت ابو قتادہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس کا قرض مجھ پر۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی نماز جنازہ پڑھی۔

اسی طرح احادیث میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ مومن کی روح اس وقت تک معلق رہتی ہے جب تک اس کا قرض ادا نہ کر دیا جائے، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلام میں قرض کے معاملے میں غیر معمولی سنجیدگی اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

(عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نفس المؤمن معلقة بدينه حتى يقضى عنه)[11]

یہ تمام تعلیمات اس بات کی طرف رہنمائی کرتی ہیں کہ بلا ضرورت قرض لینے سے اجتناب کیا جائے اور مالی ذمہ داریوں کو پوری دیانت داری کے ساتھ ادا کیا جائے۔

قرض کی ادائیگی اسلام میں ایک نہایت اہم ذمہ داری ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ حتیٰ کہ بعض بڑے اعمالِ صالحہ کے عظیم فضائل کے باوجود بھی قرض کا حق باقی رہتا ہے۔ اس حقیقت کو نبی کریم ﷺ نے ایک واضح ہدایت کےذریعے بیان فرمایا ہے تاکہ امت کو مالی حقوق کی ادائیگی کی سنجیدگی کا احساس رہے۔

اس بات کو حدیث ابی قتادہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ سے شہید کے گناہوں کے معاف ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے سوائے قرض کے۔یعنی قرض کا نہ ادا کرنا ناقابل معافی جرم ہے۔

(عَنْ أَبِي قَتَادَةَ ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَامَ فِيهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْإِيمَانَ بِاللَّهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ، فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " نَعَمْ، إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ "، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " كَيْفَ قُلْتَ؟ "، قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَتُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " نَعَمْ، وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ، إِلَّا الدَّيْنَ فَإِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَام قَالَ لِي ذَلِكَ)[12].

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے انہیں (ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام میں (خطبہ دینے کے لئے) کھڑے ہوئے اور انہیں بتایا: "اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا (باقی) تمام اعمال سے افضل ہے۔" ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اللہ کے رسول! آپ کیا فرماتے ہیں؟ اگر میں اللہ کی راہ میں شہید کر دیا جاؤں تو کیا اس سے میرے گناہ مجھ سے دور ہٹا دیے جائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: "ہاں، اگر تم اللہ کی راہ میں اس حالت میں شہید کر دیے جاؤ کہ تم صبر کرنے والے ہو، صرف اللہ کی رضا چاہتے ہو، آگے بڑھ رہے ہو، پیٹھ پھیر کر نہ بھاگ رہے ہو۔" اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نے کس طرح کہا تھا؟" اس نے عرض کی (میں نے اس طرح کہا تھا): آپ کیا فرماتے ہیں؟ اگر میں اللہ کی راہ میں شہید کیا جاؤں تو کیا میرے گناہ مجھ سے دور ہٹا دیے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: "ہاں، اگر تم اس حالت میں اللہ کی راہ میں شہید کر دیے جاؤ کہ صبر کرنے والے (ڈٹے ہوئے) ہو، صرف اللہ کی رضا چاہتے ہو، آگے بڑھ رہے ہو، پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے نہیں، (تو سارے گناہ مٹا دیے جائیں گے)سوائے قرض کے۔ جبریل علیہ السلام نے (ابھی آ کر) مجھ سے یہ کہا ہے۔

مقروض سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانے کی ممانعت

شریعتِ اسلامیہ میں قرض ایک رفاہی اور تعاون پر مبنی معاملہ ہے، جس کا مقصد ضرورت مند کی مدد کرنا اور اس کی حاجت روائی کرنا ہے، نہ کہ اس سے مالی منفعت حاصل کرنا۔ اسی بنا پر فقہائے کرام نے اصول بیان فرمایا ہے کہ قرض کے بدلے کسی بھی قسم کے مشروط نفع کا مطالبہ یا حصول جائز نہیں، کیونکہ یہ ربا (سود) کے حکم میں داخل ہے۔ یہ نفع مالی صورت میں ہو، جیسے اصل رقم سے زائد رقم وصول کرنا، یا غیر مالی صورت میں ہو، جیسے تحفہ، ہدیہ، خدمت، رعایت، خصوصی سہولت یا کسی اور قسم کا فائدہ حاصل کرنا، اگر وہ قرض کی وجہ سے مشروط ہو تو شرعاً ناجائز اور سود کے حکم میں داخل ہوگا۔ چنانچہ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ قرض کے ساتھ مشروط ہر منفعت، خواہ مالی ہو یا غیر مالی، ربا کے حکم میں داخل ہے۔ اس اصول پر متعدد نصوص دلالت کرتی ہیں، جن میں درج ذیل حدیثِ مبارک اور فقہی تصریحات قابلِ ذکر ہیں: چنانچہ حضرت علی المرتضی کرّم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ارشاد فرمایا:

(کل قرض جرّ منفَعۃً فھو ربا)[13]

" ہر وہ قرض جو کسی قسم کے نفع یا اضافی فائدے کا باعث بنے، وہ سود (ربا) ہے۔

اگرچہ مذکورہ بالا حدیث ضعیف ہے لیکن بہت سی دوسری احادیث اس کی تائید کرتی ہیں:

(حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ, أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سَلَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَلَا تَجِيءُ فَأُطْعِمَكَ سَوِيقًا وَتَمْرًا وَتَدْخُلَ فِي بَيْتٍ"، ثُمَّ قَالَ: إِنَّكَ بِأَرْضٍ الرِّبَا بِهَا فَاشٍ إِذَا كَانَ لَكَ عَلَى رَجُلٍ حَقٌّ، فَأَهْدَى إِلَيْكَ حِمْلَ تِبْنٍ أَوْ حِمْلَ شَعِيرٍ أَوْ حِمْلَ قَتٍّ فَلَا تَأْخُذْهُ، فَإِنَّهُ رِبًا, وَلَمْ يَذْكُرِ النَّضْرُ, وَأَبُو دَاوُدَ وَوَهْبٌ عَنْ شُعْبَةَ الْبَيْتِ)[14]

ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے شعبہ نے ، ان سے سعید بن ابی بردہ نے اور ان سے ان کے والد نے کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تو میں نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ، انہوں نے کہا ، آؤ تمہیں میں ستو اور کھجور کھلاؤں گا اور تم ایک مکان میں داخل ہو گے (کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں تشریف لے گئے تھے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تمہارا قیام ایک ایسے ملک میں ہے جہاں سودی معاملات بہت عام ہیں۔ اگر تمہارا کسی شخص پر کوئی حق ہو اور پھر وہ تمہیں ایک تنکے یا جو کے ایک دانے یا ایک گھاس کے برابر بھی ہدیہ دے تو اسے قبول نہ کرنا کیونکہ وہ بھی سود ہے۔

ہمارے اسلاف سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ وہ بھی قرض کی بنیاد پر کسی بھی طرح کی منفعت کو نا جائز قرار دیتے تھے۔مصنف ابن ابی شیبہ میں درج ذیل روایات مذکور ہیں:

حدثنا ابو بکر قال: حدثنا ابو خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء قال: كانوا يكرهون كل قرض جر منفعة.[15]

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ اسلاف فرماتے ہیں کہ ہر وہ قرضہ جو کسی نفع کا سبب بنے ، جائز نہیں۔

حدثنا ابو بكر قال: حدثنا حفص عن اشعث عن الحكم عن إبراهيم قال: كل قرض جر منفعة فهو ربا[16]

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ ہر وہ قرضہ جو کسی نفع کا سبب بنے ، سود ہے ۔

حدثنا ابو بکر قال: حدثنا ابن إدريس عن هشام عن الحسن ومحمد انهما كانا يكرهان كل قرض جر منفعة.[17]

حضرت حسن اور حضرت محمد فرماتے ہیں کہ ہر وہ قرضہ جو کسی نفع کا سبب بنے ، جائز نہیں۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

جس طرح مالی منفعت ناجائز ہے اسی طرح غیر مالی منفعت بھی جائز نہیں بلکہ سود میں اس کا شمار کیا جائے گا، ابن مسعود نے اس کو سود قرار دیا ہے۔

حدثنا ابو بکر قال: حدثنا وکیع قال: حدثنا ابن عون عن ابن سیرین قال: اقرض رجل رجلا خمسمائة درھم، واشترط علیه ظھر فرسه فقال ابن مسعود ما اصاب من ظھر فرسه فھو ربا [18]

حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں ایک آدمی نے دوسرے کو پانچ سو درہم قرض دیا اور اس کے گھوڑے پر سواری کرنے کی شرط لگائی ، جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جتنی سواری کی وہ سب سود ہے۔

اسی لئے فقہاء کرام نے بھی یہ اصول جاری کیا ہے ،جیسا کہ رد المحتار میں ہے۔

قولہ (کل قرض جر نفعا حرام) ای : اذا کان مشروطا[19]

شارح رحمۃ اللہ علیہ کا قول : (ہر وہ قرض حرام ہے ، جو نفع لائے) یعنی جبکہ اس کی شرط لگائی گئی ہو۔

جیسا کہ قرض اللہ کی رضا کے لیے دوسروں کے ساتھ تبرع اور نیکی کے طور پر ضرورت مند اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دیا جاتا ہے لہذا یہ حدیث شریف میں بھی ثابت ہے کہ ہر وہ قرضہ جو نفع کھینچے وہ حرام ہےیعنی مقروض کو قرض دیتے وقت کسی قسم کی بھی شرط لگانا یہ جائز نہیں ہے ۔یعنی اس شرط پر قرض دے کے وہ اپنا گھر فروخت کرے گا یا اس کو ان سے عمدہ یا زیادہ واپس کرے گا۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع اور قرض سے منع فرمایا ہے اور سلف اہل حجاز کے لوگوں میں قرض کو کہتے ہیں۔ اور نہ ہی مقروض سے کسی قسم کا ہدیہ لینا جائز ہےہدیہ لینے میں قباحت یہ ہے کہ ہدیہ کی وجہ سے وہ قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرے گا اور دوسرا یہ نفع اس کو قرض کی وجہ سے پہنچ رہا ہے لہذا یہ جائز نہیں ہے۔البتہ ہدیہ کی شرط نہ لگائی گئی ہو تو جائز ہے جیسا کہ قرض خواہ اور مقروض کا باہمی اس طرح ہدیہ کا سلسلہ پہلے بھی چلتا رہتا ہو یعنی وہ ہدیہ قرض کی وجہ سے نہ ہو۔قرض کی وجہ سے کسی قسم کا بھی نفع لینے کی ایک مثال جو شریعت میں دی جاتی ہے وہ سفتجہ کی ہے۔

سفتجہ ایک مالی معاملہ ہے اس میں ایک شخص دوسرے سے کسی شہر میں قرض لیتا ہے تاکہ وہ کسی دوسرے شہر میں قرض خواہ یا اس کے نائب کو دے دے گا یا اس کا کوئی نائب دوسرے شہر میں ادا کرے گا۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

حنفیہ کے ہاں صفت جا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس سے سقوط خطر طریق کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے جو کہ اصل عقد میں مشروط ہوتا ہے۔

شوافع کے ہاں بھی سفتجہ ممنوع ہے کہ یہ بھی ایسے قرض میں سے ہے جس سے قرض خواہ نفع اٹھاتا ہے یعنی سقوط خطر طریق

مالکیہ کے ہاں بھی یہی حکم ہے کہ عام حالات میں یہ ممنوع ہے کیونکہ قرض یہ نفع ہے البتہ حالت ضروری میں گنجائش ہے اور حنابلہ کے ہاں راجع یہ ہے کہ اگر بغیر کسی بدل کے ہو تو جائز ہے ابن تیمیہ ابن قیم اور ابن قدامہ نے مطلقا اس کو جائز قرار دیا ہے اس لیے کہ یہاں نفع صرف قرض خواہ کو نہیں ہو رہا بلکہ دونوں نفع اٹھا رہے ہیں۔[20]

تمویل کا مفہوم:

تمویل بذریعۂ قرض کی شرعی حیثیت اور اس کی قباحتوں کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے "تمویل" کے مفہوم کو واضح کرنا ضروری ہے، کیونکہ کسی بھی مالیاتی نظام کا تجزیہ اسی وقت درست انداز میں کیا جا سکتا ہے جب اس کے بنیادی تصور کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ جدید معاشیات میں تمویل محض سرمایہ یا رقم کی فراہمی کا نام نہیں، بلکہ اس میں مالی وسائل کے حصول، ان کے ذرائع، لاگت، انتظام، استعمال اور ان سے حاصل ہونے والے منافع کے اصول بھی شامل ہوتے ہیں۔ اسلامی معاشیات میں یہی تصور شریعت کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق تشکیل پاتا ہے، جہاں مالی وسائل کی فراہمی اور ان سے منافع کے حصول کو ملکیت، محنت اور حقیقی معاشی سرگرمی سے وابستہ کیا جاتا ہے۔ اسی لیے تمویل بذریعۂ قرض اور اسلامی تمویل کے درمیان بنیادی فرق کو سمجھنے کے لیے پہلے تمویل کے مفہوم کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

جدید معاشی اصطلاح میں "تمویل" (فنانسنگ) کا مفہوم لغوی معنی سے زیادہ وسیع ہے۔ اس میں مالی وسائل کی لاگت ،ان وسائل کا ذریعہ ، اور ان کے استعمال، اخراجات کے طریقۂ کار، انتظام اور بہتر استعمال کی کوششیں شامل ہوتی ہیں۔ لہٰذا جہاں بھی "تمویل" کا لفظ استعمال ہوتا ہے، وہاں عموماً سرمایہ کے ذرائع، اس کے استعمال کے شعبے، استعمال کی نوعیت، حجم، مدت اور دیگر متعلقہ امور مراد ہوتے ہیں۔ مختصراً، تمویل سے مراد کسی بھی منصوبے یا معاشی سرگرمی کے لیے مالی وسائل فراہم کرنا ہے۔

اسلامی تمویل دراصل مالیات کا ایک مخصوص طریقہ ہے، جو ایک فقہی اصول پر مبنی ہے کہ شریعت میں منافع کا حق ملکیت یا محنت کی بنیاد پر حاصل ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ محنت بھی معاشی سرگرمی میں منافع حاصل کرنے کی بنیاد بن سکتی ہے۔ چنانچہ ایک ایسا تاجر جس کے پاس کاروباری

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

مہارت تو ہو لیکن سرمایہ نہ ہو، وہ کسی دوسرے کے سرمایہ سے کاروبار کر سکتا ہے اور باہمی اتفاق سے منافع تقسیم کر سکتا ہے۔اس اصول کے مطابق، جو شخص کسی چیز کا مالک ہو، وہ اس چیز سے حاصل ہونے والے جائز اضافے اور منافع کا بھی حق دار ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر، اگر کوئی تاجر کسی چیز کو ایک قیمت پر خریدے اور بعد میں اسے زیادہ قیمت پر فروخت کرے، تو حاصل ہونے والا اضافی منافع بھی اسی کی ملکیت شمار ہوگا۔چونکہ بینکاری کی فنانسنگ کسی ملکیت والے سرمایہ کی فراہمی پر مبنی ہوتی ہے، اس لیے اس میں منافع ملکیت یا محنت کی بنیاد پر حاصل کیا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں، اسلامی تمویل ایسا مالیاتی نظام ہے جس میں منافع کی بنیاد اصل میں ملکیت ہوتی ہے[21]

اسلامی تمویل کی کی خصوصیات:

اسلامی تمویل اس نظریے پر مبنی ہے کہ مال اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور انسان اس کا امین ہے۔ اس لیے مال کو شریعت کے مطابق استعمال کیا جاتا ہے۔ اسلامی فنانسنگ سود سے پاک ہوتی ہے اور جائز سرمایہ کاری، اخلاقی اقدار اور معاشی انصاف کو فروغ دیتی ہے۔ [22]

اسلامی تمویل کے طریقے:

اسلامی تمویل کا نظام شریعتِ اسلامی کے اصولوں پر قائم ہے، جس کا مقصد صرف مالی فائدہ حاصل کرنا نہیں بلکہ معاشی انصاف، فلاحِ عامہ اور حلال ذرائع سے معاشی سرگرمیوں کو فروغ دینا ہے۔ اسلامی تمویل میں سرمایہ فراہم کرنے کے مختلف طریقے موجود ہیں جو مختلف حالات اور ضروریات کے مطابق استعمال کیے جاتے ہیں۔ عمومی طور پر اسلامی تمویل کو تین بڑی اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے: تبرعات و احسان پر مبنی طریقے، شراکت پر مبنی طریقے، اور ائتمانِ تجارتی پر مبنی طریقے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

. تبرعات اور احسان پر مبنی طریقے:

قرضِ حسنہ

رضاکارانہ صدقات

زکوٰۃ

وقف

2. شراکت پر مبنی طریقے:

مشارکہ

مشارکہ متناقصہ (ملکیت کے ساتھ)

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

مضاربہ

مساقات

مزارعت

مغارست

3. تجارتی کریڈٹ پر مبنی طریقے:

بیع مؤجل (ادھار فروخت)

بیع سلم

بیع استصناع

اجارہ تشغیلی

اجارہ تمویلی [23]

شریعت میں قرض کی وجہ سے پہنچنے والا ہر مشروط نفع حرام ہے اور جب کہ روایتی بینکاری میں منافع حاصل کرنے کی اور کاروبار کرنے اور مالیات میں اضافہ کرنے کی بنیاد ہی قرض پر قائم کی گئی ہے یعنی ایسے قرض جن سے خوب نفع کمایا جائے یعنی سود۔ کیونکہ جس طرح خرید و فروخت میں ربا الفضل اور ربا النسیہ چلتا ہے اسی طرح قرض میں بھی سود چلتا ہے، مثلاً ایک شخص نے کسی دوسرے کو بطور قرض ایک حد تک مال دیا اور ساتھ یہ شرط لگا دی کہ مقروض متعین اضافہ کے ساتھ قرضہ واپس کرے گا یا مقروض پر ماہانہ یا سالانہ منافع کی شرط لگا دی جاتی ہے جو اصل سرمایہ کے ساتھ دیا جاتا ہے جیسا کہ آج کل سودی بینکوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کیا جاتا ہے، یہ سب حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا))[24]

اللہ تعالیٰ نے میع کو حلال اور ربا کو حرام قرار دیا ہے۔

((فَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ))[25]

یعنی اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لیے تمہارا اصل سرمایہ ہے، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل سرمایہ کے ساتھ زائد نفع لے کر مقروض پر ظلم نہ کیا جائے اور اصل سرمایہ میں کمی کر کے قرض خواہ پر ظلم نہ ہو، بلکہ بغیر کسی زیادتی کے صرف اصل سرمایہ ہی واپس کیا جائے۔ (مزید برآں بعض روایات کے حوالے سے بھی سود کی حرمت کو شدید ترین گناہوں میں شمار کیا گیا ہے)۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

اس کے برعکس اسلامی بینکاری کا نظام شرعی معیارات کو مد نظر رکھتے ہوئے آگے بڑھ رہا ہے۔
غرب میں خصوصاً 2008ء کے عالمی مالیاتی بحران کے بعد اسلامی مالیاتی نظام کی طرف توجہ میں نمایاں اضافہ ہوا۔ اس بحران نے یہ واضح کیا کہ روایتی بینکاری نظام کی بنیادی کمزوریوں میں طمع، حرص، غیر اخلاقی مالی رویے اور محض منافع کی دوڑ شامل ہیں، جن کے نتیجے میں مالیاتی عدم استحکام پیدا ہوا۔ اسی پس منظر میں متعدد مغربی ماہرینِ معیشت اور تجزیہ کاروں نے یہ رائے دی کہ مالیاتی بحران صرف معاشی نہیں بلکہ اخلاقی نوعیت کا بھی ہے، اور اس کے حل کے لیے ایسے اصولوں کی ضرورت ہے جو حقیقی معیشت سے جڑے ہوں اور قیاس آرائی سے اجتناب کریں۔ بعض مغربی اخبارات و جرائد نے بھی اسلامی مالیاتی اصولوں کو ایک متبادل ماڈل کے طور پر زیرِ بحث لایا اور اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ سود سے اجتناب اور حقیقی اثاثوں پر مبنی نظام مالی استحکام میں مددگار ہو سکتا ہے۔ اس تناظر میں اسلامی بینکاری کو عالمی سطح پر ایک قابلِ غور متبادل کے طور پر دیکھا جانے لگا، جس نےاسے اپنی عملی و فکری توسیع کا ایک اہم موقع فراہم کیاہے۔[26]

اس تحقیق کے تناظر میں یہ بات بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ العقود المرکبہ اور معاصر مالی اصطلاحات جیسے اجارہ تشغیلی (***Operating Lease***) اور اجارہ تمویلی (***Financial Lease / Leasing***) جدید دور کی ایسی اصطلاحات ہیں جو بالخصوص اسلامی بینکاری اور مالیاتی نظام میں استعمال ہوتی ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شرعی اصولوں اور اسلامی معیارات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کاروباری معاملات کو منظم کیا جائے اور مالی ضروریات کو پورا کیا جائے۔

تاہم عملی تطبیق کے مرحلے میں بعض اوقات معمولی سی بے احتیاطی یا شرعی حدود کی عدم وضاحت کے باعث یہ معاملات اپنی اصل حیثیت سے نکل کر قرض (***Loan***) کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، اور پھر نفع و فائدہ حاصل کرنے کا عنصر شامل ہونے کی وجہ سے یہ معاملات ربوی یا غیر شرعی صورت اختیار کرنے کا خدشہ پیدا کر دیتے ہیں۔

اس تحقیق کا ایک اہم مقصد یہی ہے کہ ان پیچیدہ مالی ڈھانچوں میں ان پہلوؤں کی نشاندہی کی جائے جن کی وجہ سے یہ معاملات اصل میں جائز اجارہ یا مرکب عقد سے نکل کر قرض کی مشابہت اختیار کر لیتے ہیں، اور اس طرح شرعی اعتبار سے محلِ اشکال یا بعض صورتوں میں غیر جائز قرار پاتے ہیں۔

لہٰذا اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اجارہ تشغیلی و اجارہ تمویلی کے عملی اطلاقات میں موجود ان کمزوریوں اور خطرناک پہلوؤں کو واضح کیا جائے، جن کی وجہ سے یہ معاملات اپنی شرعی حیثیت

کھو کر قرض یا نفع پر مبنی غیر شرعی صورت اختیار کر سکتے ہیں، تاکہ ان کی درست تطبیق اور شرعی ضوابط کی پابندی کو یقینی بنایا جا سکے۔

تمویل بذریعہ قرض:

تمویل بذریعہ قرض کی وہ تمام صورتیں ممنوع ہیں جن میں قرض کے ساتھ ایسا عقد یا شرط شامل ہو جس کے نتیجے میں قرض دینے والے کو اضافی مالی منفعت حاصل ہو، کیونکہ ایسی منفعت شرعاً ربا کے حکم میں داخل ہے۔ فقہاء نے اس اصول کی بنیاد پر متعدد ایسی صورتوں کو ناجائز قرار دیا ہے جو بظاہر الگ الگ عقود معلوم ہوتی ہیں، مگر حقیقت میں ان کا مقصد قرض کے بدلے زائد منفعت حاصل کرنا ہوتا ہے۔

1. قرض اور بیع کا اجتماع:

قرض اور بیع کو ایک ہی معاملے میں اس شرط کے ساتھ جمع کرنا کہ قرض دینے والے کو بیع کے ذریعے کوئی اضافی فائدہ حاصل ہو، ناجائز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض اور بیع کو جمع فرمانے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت **عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ** سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے درج ذیل معاملات سے منع فرمایا:

(قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" لَا يَحِلُّ سَلَفٌ وَبَيْعٌ , وَلَا شَرْطَانِ فِي بَيْعٍ , وَلَا رِبْحُ , مَا لَمْ يُضْمَنْ)[27]

"دو بیعیں ایک بیع میں کرنے سے، قرض اور بیع کو ایک ساتھ جمع کرنے سے، ایسی چیز کے نفع لینے سے جس کی ضمانت (ذمہ داری) نہ لی گئی ہو، اور ایسی چیز فروخت کرنے سے جو تمہارے قبضے یا ملکیت میں نہ ہو۔"

امام ابن القیمؒ نے قرض اور بیع کو جمع کرنے کی قباحت بیان کی ہے:

ومعلوم أنه لو أفرد أحدهما عن الآخر صح، وإنما ذاك لأن اقتران أحدهما بالآخر ذريعة إلى أن يُقرضه ألفاً ويبيعه سلعة تساوي ثمانمائة بألف أخرى؛ فيكون قد أعطاه ألفاً وسلعة بثمانمائة ليأخذ منه ألفين، وهذا هو معنى الربا، فانظر إلى حمايته الذريعة إلى ذلك بكل طريق، وقد احتج بعض المانعين السمالة مد عجوة بأن قال : إن من جوزها يجوز أن يبيع الرجل ألف دينار في منديل بألف وخمسمائة مفردة، قال : وهذا ذريعة إلى الربا[28]

جب قرض اور بیع ایک ساتھ جمع کیے جاتے ہیں تو بائع اپنی چیز کی قیمت اس لیے بڑھا دیتا ہے کہ اس کے ساتھ قرض بھی دیا جا رہا ہوتا ہے۔ اگر قرض نہ ہوتا تو اتنی قیمت نہ رکھی جاتی۔ لہٰذا یہ اضافہ درحقیقت قرض کے بدلے حاصل ہونے والی منفعت ہے، جو ربا کے حکم میں داخل ہے۔ اسی بنا پر فقہاء نے قرض کے ساتھ بیع، اجارہ، صلح اور دیگر معاوضاتی عقود کو اس شرط کے ساتھ جمع کرنے سے منع کیا ہے۔

2. بیعِ عینہ

بیعِ عینہ بھی تمویل بذریعہ قرض کی ایک صورت ہے۔ اس میں فروخت کنندہ کسی چیز کو ادھار زیادہ قیمت پر فروخت کرتا ہے، پھر اسی چیز کو خریدار سے نقد کم قیمت پر واپس خرید لیتا ہے۔ بظاہر یہ دو مستقل بیعیں ہیں، لیکن حقیقت میں اس کا مقصد سامان کی خرید و فروخت نہیں بلکہ نقد رقم کے بدلے زیادہ رقم حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اسی لیے جمہور فقہاء نے اسے ربا کا حیلہ اور ذریعہ قرار دے کر ناجائز کہا ہے۔

بيع العين بالربح نسيئة ليبيعها المستقرض بأقل؛ ليقضي دينه ، اخترعه اكلة الربا، وهو مكروه مذموم شرعا؛ لما فيه من الإعراض عن مبرة الإقراض . . . . . . قال في الفتح ما حاصله : إن فعلت صورة يعود فيها إلى البائع جميع ما أخرجه أو بعضه . ... فيكره يعني تحريما، فإن لم يعد كما إذا باعه المدين في السوق فلا كراهة فيه بل خلاف الأولى[29]

بیع عینہ میں مشتری (خرید نے والا) کا مقصد قرضہ لینا ہی ہوتا ہے ، مگر بائع (بیچنے والا) نفع کے لیے بیع عینہ کا حیلہ اختیار کرتا ہے ، جس صورت میں مبیع (شے / چیز) بائع اول کے پاس لوٹ آتی ہے ، وہ صورت مکروہ تحریمی ہے ، اور جس صورت میں مبیع تیسرے شخص کے پاس جاتی ہے، وہ صورت خلاف اولیٰ ہے ، اس سے بہتر قرضہ دینا ہے۔

3. ربا الفضل تک پہنچانے والا حیلہ

اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کو کوئی ربوی مال (جیسے گندم، کھجور، سونا، چاندی وغیرہ) ایک قیمت پر فروخت کرے، اس شرط کے ساتھ کہ وہی شخص بعد میں اسی قیمت کے بدلے اسی جنس کا اس سے کم یا زیادہ مقدار میں مال خرید لے۔

اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو خیبر کا عامل مقرر فرمایا۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں عمدہ قسم کی کھجوریں لے کر حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا خیبر کی تمام کھجوریں

ایسی ہی ہیں؟" اس نے عرض کیا: "نہیں، اللہ کی قسم! ہم اس عمدہ کھجور کا ایک صاع دو صاع عام کھجوروں کے بدلے، اور کبھی تین صاع کے بدلے لیتے ہیں۔" اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایسا نہ کرو، بلکہ پہلے عام کھجوریں درہموں کے عوض فروخت کرو، پھر انہی درہموں سے عمدہ کھجوریں خرید لو۔"[30]

اس پر ابن قیم الجوزیة فرماتے ہیں:

"اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ دوسرا عقد پہلے عقد کے مکمل ہونے کے بعد نئے سرے سے کیا جائے۔ لیکن اگر ابتدا ہی میں دونوں فریق یہ طے کر لیں کہ میں تمہیں یہ چیز فروخت کروں گا اور پھر تم سے اسی کے بدلے دوسری چیز خریدوں گا، تو گویا دونوں عقد ایک ہی وقت میں باہمی اتفاق سے طے ہوگئے۔ ایسی صورت میں دوسرا عقد مستقل اور نیا عقد نہیں رہتا بلکہ وہ پہلے عقد ہی کا حصہ اور تابع بن جاتا ہے۔ جبکہ حدیثِ مبارکہ کا ظاہر یہ ہے کہ دونوں عقد الگ الگ، مستقل ہوں، نہ ایک دوسرے سے مشروط ہوں اور نہ ہی ایک دوسرے پر مبنی ہوں۔[31]

اجارہ کی عصری صورتیں:

اجارہ کی عصری صورت کو جدید مالیاتی اصطلاح میں لیزنگ" کہا جاتا ہے۔ اسلامی بینکاری میں لیزنگ کو اجارہ" کے نام سے نافذ کیا جاتا ہے، جو شرعی اصولوں کے مطابق ترتیب دی جاتی ہے۔ اس کی دو اہم صورتیں ہیں:

(1) اجارہ تشغیلی ***Operating Lease***

(2) اجارہ منتهي بالتمليك ***Lease-to-Own***

1 اجارہ تشغیلی:

هي إجارة للمنفعة فقط دون أي وعد بالتمليك، وتنتهي العلاقة بانتهاء مدة العقد، ويُعاد الأصل إلى المؤجر[32]

یہ وہ اجارہ ہے جس میں کسی چیز کا صرف نفع (استعمال) حاصل کیا جاتا ہے، ملکیت منتقل نہیں ہوتی، اور مدت ختم ہونے پر چیز مالک کو واپس کر دی جاتی ہے۔

اس میں اسلامی بینک مختلف قسم کے اثاثے، مشینری یا آلات خریدتا ہے اور انہیں ان افراد یا اداروں کو کرایہ پر دیتا ہے جو ان سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہوں۔ مستأجر ایک مقررہ اور باہمی طے شدہ مدت تک ان سے منفعت حاصل کرتا ہے۔ جب مدت اجارہ ختم ہو جاتی ہے تو وہ اثاثے دوبارہ بینک کے

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

قبضے میں آ جاتے ہیں، پھر بینک انہیں کسی دوسرے شخص کو کرایہ پر دے دیتا ہے۔ اس طرح ان اثاثوں کی ملکیت ہمیشہ بینک کے پاس رہتی ہے اور وہ انہیں بار بار کرایہ پر دیتا رہتا ہے۔

2 اجاره منتهي بالتمليک :

> فيها نية التملك في النهاية، حيث تنتقل ملكية العين للمستأجر بعد انتهاء مدة الإجارة بعقد مستقل.[33]
>
> یہ ایسا اجارہ ہے جس میں کرایہ دار کو ایک چیز استعمال کے لیے دی جاتی ہے اور ساتھ وعدہ ہوتا ہے کہ مدت کے آخر میں یا دورانِ مدت وہ چیز اسے ملکیت میں دے دی جائے گی، بشرطیکہ تمام اقساط ادا کر دی جائیں۔

اس میں اسلامی بینک کسی چیز مثلاً ایک گاڑی کو ایک شخص کے لیے متعین مدت کے لیے معلوم کرائے پر دیتا ہے۔ یہ کرایہ بعض اوقات عام کرائے سے زیا ی ہو سکتا ہے۔ شرط یہ ہوتیہے کہ جب مستأجر تمام کرایے کی اقساط ادا کر دے اور اجارہ کی مدت مکمل ہو جائے تو بینک ایک نئے اور مستقل عقد کے ذریعے اس چیز کی ملکیت مستأجر کو منتقل کر دے۔

یہ دونوں صورتیں اسلامی بینکاری میں لیزنگ کی شرعی اور عصری صورتیں سمجھی جاتی ہیں۔

اجارہ منتہی بالتملیک ایک ایسا شرعی مالی معاہدہ ہے جس میں ابتدا میں کسی چیز کو کرائے (لیز) پر دیا جاتا ہے اور مدتِ اجارہ کے اختتام پر وہی چیز کسی مستقل معاہدے کے ذریعے مستأجر کی ملکیت میں منتقل ہو جاتی ہے۔

شرعی حیثیت:

الاجارہ منتہی بالتملیک اسلام میں ایک جائز مالیاتی طریقہ ہے جو اسلامی بینکنگ میں استعمال ہوتا ہے، بشرطیکہ اسے شرعی اصولوں کے مطابق اختیار کیا جائے۔ اس میں دو الگ الگ معاہدے ہوتے ہیں:

پہلا معاہدہ: اجارہ جس میں مستأجر مقررہ مدت تک چیز سے فائدہ اٹھاتا ہے اور کرایہ ادا کرتا ہے۔

دوسرا معاہدہ: مدت کے اختتام پر یا دورانِ اجارہ ایک مستقل عقد کے ذریعے چیز کی ملکیت مستأجر کو منتقل کی جاتی ہے، چاہے وہ بیع ہو یا ہبہ۔ دونوں عقد ایک دوسرے سے الگ اور مستقل ہوتے ہیں، اس لیے یہ ایک ہی وقت میں اجارہ اور بیع نہیں بنتا جس سے شرعاً منع کیا گیا ہے۔

فقہی اصول کے مطابق معاہدوں میں اصل اباحت اور آزادی ہے، جب تک وہ کسی شرعی ممانعت جیسے سود، غرر یا شرعی مقاصد کے خلاف نہ ہوں۔ اسی طرح "المسلمون عند شروطهم" کے تحت جائز شرطوں کا اعتبار کیا جاتا ہے۔[34]

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

اس میں ملکیت کی منتقلی صرف ایک مستقل وعدے کی بنیاد پر ہوتی ہے، جو عقدِ اجارہ کا حصہ نہیں ہوتا، اس لیے یہ شرعاً جائز اور قابلِ عمل طریقہ ہے

مالکیہ، حنفیہ اور بعض حنابلہ کے نزدیک وعدہ کو لازم قرار دینا بھی جائز ہے، بشرطیکہ وہ کسی شرعی حکم کی خلاف ورزی نہ کرے۔

فقہی آراء:

مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء کے مطابق اجارہ اور بیع کو الگ صورت میں جمع کرنا جائز ہے۔ شرط یہ ہے کہ دونوں معاہدے ایک دوسرے میں مدغم نہ ہوناس پر 1987ء کے بیت التمویل الکویتی اور 1988ء کے مجمع الفقہ الاسلامی الدولی نے بھی جواز کا فتویٰ دیا ہے۔[35]

اجارہ منتہی بالتملیک کی جائز صورتیں:

عام اجارہ کے بعد مدت کے اختتام پر بیع کا وعدہ

اجارہ کے بعد ہبہ کا وعدہ

اجارہ کے ساتھ خیار دینا کہ مستأجر خرید، تمدید یا واپسی میں سے انتخاب کرے

اجارہ اور بیع کو مکمل طور پر الگ معاہدوں کے طور پر رکھنا

ہبہ کو اقساط کی ادائیگی سے مشروط کرنا

ناجائز صورتیں:

ایک ہی وقت میں اجارہ اور بیع کو ایک معاہدے میں جمع کرنا

خریدی گئی چیز کو دوبارہ اصل مالک کو کرائے پر دینا (بیع عینہ کی صورت)

ایسی بیع کو معلق کرنا جو اجارہ کے ساتھ لازم و ملزوم ہو[36]

اجارہ منتہی بالتملیک ایک جائز اور جدید اسلامی مالیاتی طریقہ ہے، بشرطیکہ اس میں اجارہ اور بیع کو الگ رکھا جائے اور کوئی ایسا شرط شامل نہ ہو جو شریعت کے بنیادی اصولوں، جیسے ربا یا غرر، کے خلاف ہے۔

مروجہ لیزنگ اور شرعی اجارہ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ شرعی اجارہ میں مالک اپنی چیز کی ملکیت برقرار رکھتا ہے اور کرایہ دار صرف اس سے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل کرتا ہے۔ اس لیے چیز کے بنیادی نقصانات اور ملکیتی اخراجات مالک کے ذمہ ہوتے ہیں، جبکہ استعمال سے متعلق اخراجات کرایہ دار ادا کرتا ہے۔اس کے برعکس مروجہ بینک لیزنگ میں بینک گاڑی خرید کر قسطوں پر دیتا ہے اور تمام اقساط کی ادائیگی کے بعد ملکیت منتقل ہوتی ہے، جبکہ اس دوران گاڑی کے تقریباً تمام نقصانات کی ذمہ داری بھی صارف پر ہوتی ہے۔ مصنف کے مطابق اس نظام میں کرایہ کا تعین ڈاؤن

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

پیمنٹ اور بینک کی لگائی گئی رقم کے مطابق کیا جاتا ہے، جس سے سود کی آمیزش ظاہر ہوتی ہے، اس لیے اسے حقیقی شرعی اجارہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔مصنف کے نزدیک مروجہ لیزنگ کو بیعِ قسط بھی نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ اس میں اجارہ اور بیع دونوں معاہدے شامل ہوتے ہیں، جبکہ بیعِ قسط میں صرف ایک ہی عقد ہوتا ہے اور ملکیت ابتداء ہی میں خریدار کو منتقل ہو جاتی ہے۔اسلامی فقہ اکیڈمی نے اس کے متبادل کے طور پر تجویز کیا کہ مدتِ اجارہ ختم ہونے پر کرایہ دار کو اختیار ہو کہ گاڑی واپس کر دے، نیا معاہدۂ اجارہ کر لے یا الگ معاہدے کے ذریعے گاڑی خرید لے۔ دوسرا متبادل یہ تجویز کیا گیا کہ بیعِ قسط کی جائے، لیکن ملکیت کو آخری قسط کی ادائیگی سے مشروط نہ کیا جائے بلکہ ادائیگی کی ضمانت کے لیے دیگر جائز ذرائع اختیار کیے جائیں۔[37]

رہی بات بینک سے قسط وار گاڑی خریدنے کی تو بینک (خواہ روایتی/ سودی ہو یا اسلامی/ غیر سودی) ان شرائط کی پاس داری نہیں کرتے، جس بنا پر اس معاملہ میں (قطع نظر اس کے کہ بینک قانونی طور پر تجارت یا خرید و فروخت کرسکتا بھی ہے یا نہیں) شرعًا بنیادی طور پر درج ذیل دو قباحتیں پائی جاتی ہیں، جن کی وجہ سے کسی بھی بینک سے قسطوں پر گاڑی لینا جائز نہیں:

پہلی قباحت یہ ہے کہ بینک سے قسطوں پر گاڑی خریدتے وقت خریدار اور بینک کے درمیان معاہدہ کے تحت بیک وقت دو عقد قرار پاتے ہیں، ایک عقد "بیع" کا ہوتا ہے جس کی بنا پر قسطوں کی شکل میں ادائیگی خریدار پر واجب ہوتی ہے، اور اسی کے ساتھ ہی اجارہ (کرائے) کا معاہدہ بھی ہوتا ہے، جس کی بنا پر ہر ماہ کرائے کی مد میں بینک خریدار سے کرایہ بھی وصول کرتا ہے، اور مذکورہ دونوں عقد ایک ساتھ ہی کیے جاتے ہیں جب کہ احادیث میں ایک عقد میں دوسرا عقد داخل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

دوسری قباحت یہ ہے کہ اس صورت میں بینک اور خریدار کے مابین یہ طے پاتاہے کہ اقساط میں سے اگر کوئی قسط وقتِ مقررہ پر جمع نہیں کرائی گئی تو خریدار بینک کی جانب سے مقرر ہ جرمانہ ادا کرنے کا پابند ہو گا، جس پر روایتی بینک تو اضافی رقم بنام جرمانہ وصول کرتے ہیں، جب کہ مروجہ غیر سودی بینک جرمانے کے عنوان سے اضافی رقم وصول کرنے کے بجائے جبری صدقے کا التزام کرواتے ہیں، اس شرط کی وجہ سے بھی عقد ناجائز ہوجاتاہے۔

پس مذکورہ بالا شرعی قباحتوں کی بنا پر بینک سے گاڑی خریدنا یا لیزنگ پر لینا جائز نہیں ہے۔[38]

تمویل بذریعہ قرض، اجارہ اور اجارہ منتہی بالتملیک کے فقہی مطالعے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت مالی معاملات میں صرف ان عقود کو جائز قرار دیتی ہے جو سود، غرر، دھوکے اور ناجائز شرائط سے پاک ہوں۔ قرض کے ساتھ ایسی کسی بھی شرط یا عقد کو ملانا جس سے قرض دینے

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 04 (2025)

والے کو اضافی مالی منفعت حاصل ہو، ربا کے حکم میں داخل ہے، اسی بنا پر قرض کے ساتھ بیع، اجارہ اور دیگر معاوضاتی عقود کو مشروط طور پر جمع کرنا، نیز بیعِ عینہ اور ربا تک پہنچانے والے حیلے فقہائے کرام کے نزدیک ناجائز قرار پاتے ہیں۔عصری مالیاتی نظام میں لیزنگ کی شرعی صورت **اجارہ منتہی بالتملیک** ہے، جو اس وقت جائز ہوتی ہے جب اجارہ اور ملکیت کی منتقلی دو الگ اور مستقل معاہدوں کے ذریعے انجام پائیں، ان میں سود، غرر یا ناجائز شرائط شامل نہ ہوں، اور ملکیت کی منتقلی مستقل بیع یا ہبہ کے ذریعے ہو۔ یہی صورت اسلامی بینکاری میں اختیار کی جاتی ہے اور اسے متعدد فقہی اداروں نے شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔

اس کے برعکس مروجہ روایتی لیزنگ اور بینکوں کی قسط وار گاڑی فنانسنگ میں اکثر اجارہ اور بیع کو ایک ہی معاہدے میں جمع کر دیا جاتا ہے، تاخیر کی صورت میں جرمانے یا اضافی مالی ذمہ داریاں عائد کی جاتی ہیں، اور بعض صورتوں میں سودی عناصر بھی شامل ہوتے ہیں۔ ان شرعی قباحتوں کی وجہ سے فقہاء نے ایسی لیزنگ اور فنانسنگ کو ناجائز قرار دیا ہے۔ لہٰذا اسلامی مالیاتی نظام میں وہی لیزنگ قابلِ قبول ہے جو مکمل طور پر شرعی اصولوں کے مطابق، الگ الگ عقود، جائز شرائط اور سود سے پاک طریقۂ کار پر مبنی ہو۔

حواشی وحوالہ جات

[1] خلیل احمد فراهیدی،کتاب العین،الطبعۃ الاولی ،۱۴۱۴ھ ،ج:۳،ص:۱۴۶۱

[2] شیخ الفاضل محمد نظام الدین کیرانوی،الدر المختار وعلیٰ حامشۃ کشف الاستار المکتبۃ الفیصل، دیوبند،ج:۷،ص:۳۸۸

[3] محمد بن يوسف المواق المالكي، التاج والإكليل لمختصر خليل، دار الكتب العلمية، بيروت۱۹۹۴ء، ج: ۶، ص،۵۲۵

[4] امام نووی، یحییٰ بن شرف ابوزکریا محی الدین،**المجموع شرح المهذب للشیرازی**، طبع دوم،جدہ: مکتبۃ الإرشاد، سعودی عرب، جلد:۱۲،ص:۲۵۳

[5] بن يونس البهوتي الحنبلي، كشاف القناع عن متن الإقناع، دار الكتب العلمية ،ج:3، ص :۳۱۲

[6] ڈاکٹر وھبہ الزحیلی،الفقہ الاسلامی وادلتہ، دارالفکر،بیروت ،ج:۵،ص:۳۷۸۶

[7] ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب القرض، دار الفکر، بیروت، لبنان۔ الطبعة الأولی:۲۰۰۳ھ ، ص:۵۶۱،ح:۲۴۳۰،

[8] ایضا،ص:۵۶۲

[9] ا لترمذی، محمد بن عیسیٰ،سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ما جاء في الستر على المسلم، دار التاصيل،۱۴۳۷ھ ،ج:۳ ،ص:۱۳۹، ح:۲۰۵۵

[10] البخاري، محمد بن إسماعيل. الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله ﷺ وسننه وأيامه ، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع بيروت، 1994م ،ج22، ص:۵۴۳ ، ح:۲۲۹۵

[11] سنن ترمذی،کتاب الجنائزعن رسول اللہ،ج:۲،ص:۲۹۰،ح:۱۱۰۸

[12] سنن ترمذی،کتاب الجہاد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،باب ماجاءفیمن یستشهد وعلیہ دین،ح:۱۷۱۲

[13] المنتقی الهندی،علاءالدین علی بن حسام الدین ،کنز العمال ، فصل في لواحق كتاب الدين ، مطبوعہ مؤسسة الرسالة، بیروت،الطبعہ الخامسہ، ج:۶،ص:۲۳۸،ح:۱۵۵۱۶

[14] البخاری،الجامع الصحیح،کتاب مناقب الانصار،ح:۳۸۱۴

[15] ابن أبي شيبة، أبو بكر عبد الله بن محمد، دار القبلة للثقافة الإسلامية؛ دمشق: مؤسسة علوم القرآن،۲۰۰۶م،ج:۱۰،ص:۶۴۷،ح:۲۱۰۷۷

[16] ایضا،ص:٦۴۸،ح:۲۱۰۷۸

[17] ایضا،ح:۲۱۰۷۹

[18] ایضا،ح:۲۱۰۸۰

[19] ابن عابدين، محمد أمين، رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار، دار عالم الكتب، الرياض،۱۴۲۳ھ،ج:۷،ص:۳۹۵

[20] ڈاکٹر وھبہ الزحیلی،الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج:۳،ص:۴۲۷

[21] میلود زید الخیر،،التمویل الاسلامي والمبادئ، مداخلة في الیوم الدراسي حول التمویل الاسلامي، جامعه عمار ثلجي، الاغواط، ص:۳

[22] میلود زید الخیر،،التمویل الاسلامیو المبادی، ص:۴

[23] ایضا

[24] البقره،۲:۲۹۵

[25] ایضا،۲:۲۷۹

[26] میلود زید الخیر،،التمویل الاسلامي والمبادئ، ص:۳،۲

[27] سنن نسائی،کتاب البیوع، باب شرطان فی بیع،ح:۴۶۳۴

[28] محمد بن أبي بكر بن قيم الجوزية، إعلام الموقعين عن رب العالمين، ط:1، بيروت، دار الكتب العلمية، 1991م، ج:۳، ص:۱۱۳

[29] ابن عابدين، محمد أمين بن عمر. رد المحتار على الدر المختار، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولى، ۱۴۲۰ھ ج:۷، ص:۶۵۵

[30] البخاری،الجامع الصحیح،اب البیوع ، باب إذا أراد بیع تمر بتمر خیرمنہ،ح:۷۷

[31] ، محمد بن أبي بكر بن قيم الجوزية، إعلام الموقعين عن رب العالمين، ج:۳، ص:۲۲۶

[32] وهبة الزحيلي، المعاملات المالية المعاصرة بحوث وفتاوی وحلول، ص:۳۹۴

[33] المعاملات المالية المعاصرة بحوث وفتاوی وحلول، ص:۳۹۴

[34] ایضا ،۳۹۶-۳۶۹

[35] المعاملات المالية المعاصرة بحوث وفتاوی وحلول، ص:۴۱۲

[36] ایضا،۴۱۲-۴۱۳

[37] https://forum.mohaddis.com/ /

[38] دارالافتاء، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن، "بینک سے قسطوں پر گاڑی لینے اور کارلیزنگ کاشرعی حکم"، فتویٰ نمبر:144601100324